محمد اجمل

پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد۔

ڈاکٹر رابعہ سرفراز

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد ۔

فنِ رباعی اور نصیر زندہ کی رباعی گوئی

Muhammad Ajmal
Ph.D Scholar, Department of Urdu Govt. College University, Faisalabad.
Dr. Rabia Sarfaraz
Associate Professor, Department of Urdu, Govt. College University.

The Art of Rubaai and Rubai writings of Naseer Zinda

Although there is a very short number of quatrain poets in Pakistan, but still its quiet pleasing that some poets are connected with this genre while most even don't know the technique and diversity of quatrain. Naseer Zinda is a legendary poet of this genre who has been constantly writing in this delicate genre. He has a unprecedented command on quatrain and is adding a valuable contribution in this genre. In this article, the style, diction and technique of quatrains of Naseer Zinda are discussed so that the intellects may put their focus on this outstanding genre.

Key Words: *Quatrain, Style, Diction, Diversity, Genre.*

اُردو شاعری کی اِقلیم نہایت وسیع ہے۔ بے شمار شعری اصناف اِس میں جلوہ گر ہیں۔ کلاسیکی عہد سے تاحال اس میں کئی ایک نئی اصناف کا اِضافہ اِس کی کشادہ مزاجی کا ثبوت ہے۔ صنفِ غزل ہر عہد میں مقبول ترین رہی ہے لیکن اِس جیسی ناز و نعم کی حامل صنفِ سخن اگر کسی دوسری صنفِ سخن کے آگے سرنگوں ہوتی ہے تو وہ صنفِ رباعی ہے اگرچہ رباعی کو قبولِ عام حاصل نہیں لیکن ماضی میں رباعی کا ایک پورا عہد رہا ہے۔ میرے نزدیک رباعی سے متعلق اکثر ناقدین اور دیگر صاحبانِ علم کے بیانات اس صنفِ شعر سے مکمل طور پر ناآشنائی کے سبب ہیں۔ سبھی کی کم و بیش ایک ہی رائے ہے کہ رباعی ”مشکل ترین صنفِ سخن ہے۔“ نیز اِسے اِس کے تمام تقاضوں کے ساتھ ادا کرنا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔ میرے نزدیک رباعی کہنا مشکل ضرور ہے لیکن مشکل ترین ہرگز نہیں۔ ناقدین، شعرا اور دیگر اہلِ علم اصحاب کے

اِس صنفِ لطیف سے متعلق وہ بیانات جو اِسے ناقابلِ تسخیر ثابت کرتے ہیں دراصل خود اُن کی علمی کم مایگی اور صاحبِ فن نہ ہونے کی دلیل ہیں، صنفِ رباعی سے متعلق اِس قدر خوف پیدا کر دیا گیا ہے کہ کوئی بھی نیا شاعر اِس صنف کو جاننے کی صرف اِس لیے کوشش نہیں کرتا کہ اُس کے ذہن پر بڑوں کی یہ رائے کہ "رباعی مشکل ترین صنفِ سخن ہے۔" مسلّط ہوتی ہے حالاں کہ حقیقت اِس کے برعکس ہے!

صنفِ رباعی کے اوزان کی تخریج بحر "ہزج" سے ہوئی ہے۔ بحر "ہزج" کے لغوی معانی "چڑیوں کا چہچہانا" گیت، نغمہ" کے ہیں۔ اِس بحر کے چوبیس اوزان رباعی کے لیے مخصوص ہیں کہ جنھیں اوزانِ رباعی کہا جاتا ہے اور جو دو دوائر "دائرۂ اخرب، دائرۂ اخرم" کی صورت منقسم ہیں۔ رباعی کے چاروں مصرعوں میں اوزانِ رباعی کا اختلاط جائز ہے۔ رباعی ماترک طریقِ کار کے تحت بھی کہی جاتی ہے اور اِس لحاظ سے رباعی کا ہر مصرع، بیس (۲۰) ماترائیں (حرفی) کا حامل ہونا چاہیے جب کہ دس (۱۰) ماترے (صوتی) ہوں کیوں کہ جب ہم انگلیوں پر ماترے گنتے ہیں تو دو حرفی لفظ کو ایک شمار کر رہے ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا سطور میں رباعی کے فن کے حوالے سے جو کچھ بھی کہا گیا وہ سب رباعی کے فن کی وسعت اور سہولت کی دلیل ہے کہ کیا رباعی کی طرح کسی اور صنفِ سخن میں اِس درجہ وسعت اور فنی سہولت ہے؟ ہرگز نہیں! اب اِس کے فکری تقاضوں پر بات کرنے سے پہلے جوشؔ ملیح آبادی کی حسبِ ذیل رائے ملاحظہ فرمائیں کہ:

> "رباعی، ایک بہت بڑی بلا اور نہایت جان لیوا صنفِ کلام ہے۔ جب تک کسی شاعر کو بے پناہ مشّاقی کی بدولت، دریا کو کوزے میں بھر لینے کا کام نہیں آتا اُس وقت تک رباعی اُس کے قابو میں نہیں آتی۔"(۱)

جوشؔ کی محولہ بالا عبارت میں زیادہ زور کس پر ہے، رباعی میں بیان کیے جانے والے مضمون پر یا فن پر (فن سے مراد یہاں اوزانِ رباعی ہیں)؟ صاف ظاہر ہے جوشؔ، رباعی میں بیان کیے جانے والے مضمون کی چار مصرعوں میں مکمل ادائی کے تقاضوں سے متعلق بات کر رہے ہیں۔ رباعی کہنے میں جتنی بھی دِقت ہے وہ ادا کیے جانے والے مضمون کی ہے نہ کہ اوزانِ رباعی کی، کیوں کہ رباعی کے اوزان اِس قدر رواں دواں اور آہنگ سے لبریز ہیں کہ اس اعتبار سے مشرقی دنیائے سخن کی کوئی بھی صنفِ شعر اِس کے دور دور تک دکھائی نہیں دیتی۔ پیر سیّد نصیر الدین نصیرؔ گیلانی کی رباعی سے متعلق حسبِ ذیل رائے ملاحظہ فرمائیں کہ جس کے بعد رباعی کس حوالے سے مشکل ہے، واضح ہو جائے گا:

> "اساتذۂ فن کے ہاں رباعی اصنافِ سخن میں مشکل ترین صنف شمار کی جاتی ہے۔ چار مصرعوں میں پوری بات کہہ لینا اِس کا بنیادی وصف ہے۔ مصرعِ اوّل میں بات کی بنیاد

رکھی جاتی ہے، مصرع دوم میں اسے ذرا پھیلایا جاتا ہے، مصرع سوم میں بات کا رخ نتیجے کی طرف موڑا جاتا ہے اور مصرع چہارم میں فیصلہ کن بات کر دی جاتی ہے۔"(۲)

لٰہذا رباعی سے متعلق خواہ مخواہ کا خوف پیدا کیا گیا ہے اگر شاعر کی قوتِ تخیل مضبوط ہے اور وہ کسی مضمون کو ربط و قرینے سے بیان کرنے کا ہنر جانتا ہے تو اُس کے لیے رباعی بالکل مشکل نہیں، رہی اوزان کی بات تو صرف ایک بار رباعی کے اوزان کو ان کے مخصوص آہنگ و ترتیب سے سمجھنے کی دیر ہے پھر عروض میں اوزانِ رباعی سے زیادہ کوئی بھی وزن آپ کو پُر لطف نہیں لگے گا۔

مزید بر آں کئی ایک ایسے بھی رباعی گو شعرا ہیں کہ جن کی اوازنِ رباعی پر تو گرفت ہے اور وہ بڑی آسانی سے رباعی کہہ لیتے ہیں لیکن ان کی رباعیات میں مضمون کو سلسلہ وار چار مصرعوں میں بیان کرنے کا سلیقہ و قرینہ نہیں ہوتا۔ اب ایک باکمال رباعی گو شاعر کی رباعیات کے فکری وفنی محاسن ملاحظہ کیجیے۔ محمد نصیر زندہؔ راول پنڈی کے نواحی علاقے کلر سیداں کے وہ جیّد رباعی گو شاعر ہیں جو ایک طویل عرصے سے رباعی کہہ رہے ہیں۔ آپ صنفِ رباعی کے فکر و فن کے حوالے سے نہایت وسیع مطالعہ رکھتے ہیں اور آپ کا اُسلوبِ رباعی استادانہ اوصاف رکھتا ہے۔ اب تک آپ کے تین مجموعہ ہائے رباعی منظرِ عام پر آ چکے ہیں:

۱۔ عرشِ سخن (۲۰۰۹ء)

۲۔ نقدِ آرزو (۲۰۱۴ء)

۳۔ ہل من ناصر ینصرنا (۲۰۱۸ء)

"عرشِ سخن" میں دو سو اُنتیس (۲۱۹) رباعیات ہیں۔ "نقدِ آرزو" میں رباعیات و قطعات شامل ہیں۔ اس مجموعے میں اکسٹھ رباعیات (۶۱) جب کہ اٹھائیس (۲۸) قطعات ہیں۔ اس مجموعے کی خصوصیت و انفرادیت یہ ہے کہ اس میں فنِ رباعی پر بھی مضامین کی صورت شاعر کا اظہارِ خیال موجود ہے نیز فنِ تاریخ گوئی پر بھی بحث ہے اور شاعر نے کئی ایک اپنے محبوب احباب کی رباعی و قطعہ کی صورت تاریخِ وفات بھی نکالی ہے جب کہ تیسرا مجموعہ رباعی "ہل من ناصر ینصرنا" ہے کہ جس میں ایک سو چھتیس (۱۳۶) رباعیات شامل ہیں۔

آپ کی رباعیات کی فکر، فلسفیانہ ہے۔ رباعیات "خدا، کائنات، انسان" سے متعلق فلسفیانہ و منطقانہ فکری موضوعات کو محیط ہیں نیز رباعیات کی ایک کثیر تعداد اہلِ بیت (آلِ رسول ﷺ) سے اظہارِ عقیدت پر مبنی ہے۔ آپ کی ایک رباعی ملاحظہ کیجیے جو بہ عنوان "آئینۂ سبوے علی العظیم" ہے:

حسرت کدۂ صد آرزو ہے ہر سُو
حیرت میں نگاہِ جستجو ہے ہر سُو
آغوشِ سبو ہے خانۂ آئینہ
آئینہ خانۂ سبو ہے ہر سو(۳)

اس ایک رباعی سے بہ خوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ شاعر کس درجہ فکر و فن کے بحرِ زخّار کا شناور ہے۔ لفظی شکوہ اور معنوی وقار اپنی مکمل تب و تاب دِکھا رہا ہے۔ یہ رباعی فکری نزاکت اور فنی نضارت ہر دو اعتبار سے مملو ہے۔ رباعی کے چاروں مصاریع میں ایسے الفاظ موجود ہیں کہ جن میں حرف "و" بہ تکرار آیا ہے، اِس صنعتِ تکرارِ حرفی سے جو آہنگ کی نغمگیت میں اضافہ ہوا ہے، لائقِ صد تحسین ہے۔ رباعی کے مطلع میں الفاظ "حسرت، حیرت" آئے ہیں جو اصل قافیے "آرزو، جستجو" کے علاوہ ہیں اِس بنا پر شعر صنعتِ تضمن المزدوج کی نضارت کا حامل ٹھہرا ہے۔ تیسرے مصرعے میں عملِ تشبیہ سے "آغوشِ سبو" کو "خانۂ آئینہ" سے تعبیر کر کے شاعر نے قاری کی حِسِ باصرہ کو جمالیات کی نہایت حظ سے دوچار کیا ہے۔ نصیر زندہؔ کی رباعی گوئی سے متعلق جناب افتخار عارف کا کہنا ہے کہ

> "زندگی کی مختلف جہتوں پر سامنے آنے والے سوالوں کے جواب رباعی کی صورت میں فراہم کرنے کی جناب زندہؔ کی کوششیں ذرا دیر کے لیے انسان کو ایک اور ہی دنیا میں لے جاتی ہیں۔ نئے پرانے مشکل موضوعات کو فنی خوب صورتی کے ساتھ نظم کر کے عزیزم نصیر زندہ نے جہانِ دانش کو اپنی جانب متوجہ کیا ہے۔"(۴)

نصیر زندہؔ کا اُسلوبِ شعر "بیدلؔ، غالبؔ" کی یاد تازہ کرتا ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے کہ نصیر زندہؔ ان دو بڑے عظیم شعرا کے حصارِ سحر میں محصور و مسحور ہیں دراصل نصیر زندہؔ بھی اُسی راہِ سخن کے راہرو ہیں کہ جن پر اُن عظیم شعرا نے سفر کیا، کہیں کہیں نصیر زندہؔ کے یہاں لفظ و خیال کی "بیدلؔ و غالبؔ" سے مماثلت بھی ہے لیکن اپنی انفرادیت بھی برقرار رکھتے ہیں۔ ان کی کتاب "عرشِ سخن" میں "موج، حباب، بحر، افلاک، آتش، آب، مے و شراب، ساقی، قطرہ، ساغر، پیرہن، شمس و قمر، قلقلِ مینا، تلخابہ، ایاغ، حیرت، حسرت" ایسی لفظیات بہ کثرت ہیں جو کم و بیش "میرزا عبدالقادر بیدلؔ" کے اُسلوب کا حصہ ہیں تاہم نصیر زندہؔ نے ان کے استعمال میں اپنی انفرادیت دکھائی ہے۔

ساحل سے سر پٹکتا ہے جوش میں بحر
ہے قطرۂ پُرجوش کی آغوش میں بحر
پُرجوش ہے جامۂ گہر میں قطرہ

ہے گوشِ قطرۂ گہر پوش میں بحر(۵)

اکثر رباعی گو شعرا بالخصوص موجودہ دور کے رباعی گو، اوزانِ رباعی کے استعمال کا سلیقہ نہیں رکھتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ رباعی کا ہر مصرع اگر الگ الگ وزن کا حامل ہو گا تو ہم صاحبانِ فن کے یہاں بڑے شاعر تصور کیے جائیں گے جب کہ اس طرح وہ رباعی کے مجموعی آہنگ کو بوجھل کر بیٹھتے ہیں۔ بلاشبہ رباعی کے چاروں مصرعوں کا مختلف الوزن ہونا یعنی رباعی کے چوبیس اوزان میں سے کوئی سے چار الگ الگ منتخب کر کے رباعی کہنا مہارت ہے لیکن اس کے لیے بھی ایک خاص سلیقہ مندی درکار ہوتی ہے کہ اس وزن کے بعد دوسرا وزن کون سا لانا چاہیے اور کس دائرے کا ہو، دائرۂ اخرب کا یا دائرہ اخرم کا؟ نصیر زندہ کے یہاں اوزان کے استعمال کی یہی خوش سلیقگی ہے کہ وہ مصاریع میں زحاف بھی لاتے ہیں اور رباعی کی مجموعی فضائے آہنگ بھی بوجھل نہیں ہونے دیتے۔ ان کی محولہ بالا رباعی میں یہ خوبی آپ رباعی کی قرأت کر کے محسوس کر سکتے ہیں۔ رباعی کے اوزان کی ترتیب درج ذیل ہے:

۱۔ مفعولن فاعلن مفاعیل فعول

۲۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعول

۳۔ مفعول مفاعلن مفاعیلن فع

۴۔ مفعولن فاعلن مفاعیل فعول

ان کی چند مزید رباعیات دیکھیے کہ:

گردوں سے ستارے کھینچ کر لاتا ہوں
کھیتوں میں کہکشائیں لہراتا ہوں
کرنیں بوتا ہوں کو بہ کو دشت بہ دشت
ذرّوں کو قبائے مہر پہناتا ہوں(۶)

تقسیم تجلیات کرتا ہے حسین
روشن افقِ حیات کرتا ہے حسین
خونِ رگِ اصغر سے شفق ہے رنگیں
آرایشِ کائنات کرتا ہے حسین(۷)

پتھر میں شرر اذنِ بغاوت مانگے
ہر ذرّہ آگ کی قرابت مانگے
وہ مجھ سے ہے مگر مٹاتا ہے مجھے
سایہ مرا سورج کی رفاقت مانگے(۸)

نصیر زندہؔ کی ایک رباعی ملاحظہ کیجیے کہ جس میں انھوں نے وطن عزیز کی عظیم مذہبی شخصیت اور اُستاد شاعر جناب پیر سیّد نصیر الدین نصیرؔ گیلانی کا سنِ وفات بہ مطابق ہجری نکالا ہے۔

جس دن گئے شاہِ شاعراں سوئے جناں
تاریخ نکالنا تھا اک کوہِ گراں
یہ کوہ دیا جو تیشۂ فکر سے کاٹ
آواز آئی سخن ورِ ہفت زباں(۹)

۳۱_۱۴۶۱=۱۴۳۰ھ

مذکورہ بالا تمام فنی و فکری محسنات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ صنفِ رباعی سے وابستہ کم لوگ ہیں لیکن جو میسر ہیں وہ اِس صنفِ سخن میں کمال مہارتیں دِکھا رہے ہیں۔ نصیر زندہؔ کی رباعیات وہ نجوم و جواہر ہیں کہ جن کی فکر کی تابانیِ جمال اور فن کی تمکنتِ جلال دنیائے ادب میں زندۂ جاوید رہے گی۔

حوالہ جات

۱۔ جوشؔ ملیح آبادی، قطرہ و قلزم، دہلی: سٹار پبلی کیشنز، س ن، ص ا
۲۔ پیر سید نصیر الدین نصیرؔ، ھوالقادر، اسلام آباد: مہریہ نصیریہ پبلشرز، ۲۰۰۷ء، ص ا
۳۔ محمد نصیر زندہؔ، عرشِ سخن، راول پنڈی: پرنٹاس پریس، ۲۰۰۹ء، ص ۷
۴۔ محمد نصیر زندہؔ، ہل من ناصر ینصرنا، راول پنڈی: رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء، ص ۹
۵۔ محمد نصیر زندہؔ، عرشِ سخن، راول پنڈی: پرنٹاس پریس، ۲۰۰۹ء، ص ۱۰
۶۔ محمد نصیر زندہؔ، ہل من ناصر ینصرنا، راول پنڈی: رُمیل ہاؤس آف پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء، ص ۶۱
۷۔ ایضاً، ص ۷۰
۸۔ ایضاً، ص ۹۳
۹۔ محمد نصیر زندہؔ، نقدِ آرزو، راول پنڈی: چوہدری پرنٹنگ پریس، ۲۰۱۴ء، ص ۱۱۲